بابر حسین

استاد شعبہ اردو، الخیر یونیورسٹی اے جے کے بھمبر

غلام شبیر

اسکالر پی ایچ۔ڈی اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو ئجز اسلام آباد

فروغ فرخ زاد کی نظم نگاری کے باغیانہ رویے

Babar Hussain

Lecturer Urdu, Alkhair University, AJK Bhimber

Ghulam Shabbir

Ph.D Scholar Urdu National University of Modern Language Islamabad

The Rebellious Attitudes of Forugh Farrokhzad's poetry

Forugh Farrokhzad was one of Iran’s pre-eminent mid-20th-century writers, both reviled and revered for her poems, which often dealt with female desire. Throughout her life she struggled with how her gender affected the reception of her work in a culture where women were often confined to traditional roles, but where there are few higher callings than the life of a poet. Farrokhzad's strong feminine voice became the focus of much negative attention and open disapproval, both during her lifetime and in posthumous reception of her work. Emphasizing on human issues, she also calls for a recognition of women's abilities that goes beyond the traditional binary oppositions. Farrokhzad is Iran's most revered female poet. She was a poet of great audacity and extraordinary talent. Her poetry was the poetry of protest-- protest through revelation-- the revelation of the innermost world of women (considered taboo until then), their intimate secrets and desires, their sorrows, longings, aspirations and at times even their articulation through silence. Her poems are still relevant in their advocacy for women’s liberation and independence. In this paper, we will disscuss the rebellious attitudes of Forugh Farrokhzad’s poety.

فروغ فرخ زاد ۱۹۳۵ء میں تہران میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد ایک آرمی آفیسر تھے انہوں نے شاعری کا آغاز بہت چھوٹی عمر میں غزل سے کیا لیکن بہت جلد اسے ترک کر دیا۔ مصوری سکول میں داخلہ اور اور پھر سلائی بھی سیکھی۔ سولہ برس کی عمر میں خود سے پندرہ سال بڑے پرویز شاپور سے انہیں عشق ہو گیا اور جلد ہی انہوں نے شادی کر لی۔ ایک بیٹے کی ماں بنیں لیکن فروغ فرخ زاد کی ذہنی پختگی میں اضافہ کے ساتھ ہی آپ کے شوہر کے ساتھ اختلافات بڑھنے لگے اور بالا آخر طلاق پر منتج ہوئے۔ طلاق کے بعد فروغ فرخ زاد کے مالی حالات نہایت دگر گوں ہو گئے۔ والد نے ناراضگی میں گھر سے نکال دیا اور فروغ فرخ زاد رسالوں میں لکھ لکھ کر غربت اور تنگ دستی میں زندگی گزارنے لگیں۔ اپنے بیٹے کی تحویل کے لیے انہوں نے طویل مقدمہ لڑا لیکن ہار گئیں۔ فروغ فرخ زاد کی پہلی کتاب کی اشاعت کے بعد ان کے حالات میں کچھ بہتری آئی تو انہوں نے بیرون ملک سفر اختیار کئے اور مختلف زبانوں میں مہارت حاصل کر لی جن میں انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور اطالوی زبانیں شامل ہیں۔ اٹلی میں فروغ فرخ زاد نے فلم بنانے کا ایک کورس کیا اور اور وہیں ان کی ملاقات ابراہیم گلستان سے ہوئی جو ان کی زندگی کا اہم حصہ رہے واپس ایران آ کر فروغ فرخ زاد ایران کی فلمی صنعت سے وابستہ ہو گئیں۔ فروغ فرخ زاد کے دل میں اپاہج، مفلوج اور کوڑھ زدہ لوگوں کے لیے خصوصی گوشہ تھا وہ باقاعدگی سے جذام خانے کے چکر لگاتی تھیں۔ ان بے چہرہ مظلوم لوگوں کے لیے انہوں نے ایک فلم بھی بنائی۔ ان کی پانچ کتابیں منظر عام پر آئیں۔ جن کے نام اسیرہ، دیوار، عصیاں، تولدی دیگر اور ایمان بنیاوریم ہیں۔ عشق و محبت، جنس، رویان، محرومی، آرزو، کرب، فرار، دیوانگی اور تجسس فروغ کے اہم موضوعات ہیں۔ انہوں نے ایک بچہ گود بھی لیا اور مختلف ملکوں کے ادبی انجمنوں میں انہوں نے شرکت بھی کی۔ وہ ایک ناول بھی لکھ رہی تھیں جو مکمل نہ ہو سکا۔ ۱۹۶۷ء میں محض ۳۲ سال کی عمر میں گاڑی چلاتے ہوئے ایک بچے کو بچانے میں وہ حادثے کا شکار ہو گئیں اور بے شمار امکانات کو ادھورا چھوڑ کر اس دنیا سے چلی گئیں۔

وہ انتہائی محنتی اور کوشش و قار سے سرشار تھیں اگر وقت انھیں مہلت دیتا تو یقیناوہ شعر و ادب کے حوالے سے مزید اضافے کرتیں۔

فروغ فرخ زاد ایک ایسی شاعرہ ہیں جنہوں نے اپنے شعری جوہر سے ایران کے ادبی منظر نامے کو خیرہ کر دیا۔ ان کے کلام کے سحر بار نغمگی، جرات، خود اعتمادی اور بے جھجک نسوانی اظہار نے اپنے پڑھنے والوں کو آج تک مبہوت کر رکھا ہے ان کی گھریلو زندگی، پیشہ وارانہ مصروفیات اور شاعری سے ظاہر ہے کہ وہ

ایک آزاد اور ثابت قدم عورت ہیں جس نے معاشرے کے طے شدہ ممنوعہ راستوں سے باہر چلنے کے بجائے اپنا راستہ حیرت انگیز آزادی کے ساتھ منتخب کیا۔

فروغ فرخ کی شاعری، ان کے گہرے مشاہدے، واردات قلبی کی شدت اور بے باکی اور سچائی سے عبارت ہے ان کے ہاں فکر کا ارتقا نمایاں نظر آتا ہے۔ ان کی شاعری کو خود ان کی ذات کی تلاش ہے اور نسائیت سے آگے بڑھ کر انسانیت کو موضوع بناتی ہے۔ ان کے ہاں میں ایسی عورت دکھائی دیتی ہے جو معاشرے کی روایات اور قدغنوں کو توڑ کر اپنے تشخص کے لیے بڑھنا چاہتی ہیں۔ ان کی شاعری صدیوں سے چپ ایرانی عورت کا شدید رد عمل ہے اور ان تمام عورتوں کے جذبات، احساسات اور نفسیات کی تصویر ہے جن کی سوچ، آواز مدت تک پہرے کا شکار رہی ہے۔

فروغ فرخ زاد کی بیشتر شاعری دردناک احساسات پر مشتمل ہے۔ عام زندگی کی اہم ناکامیوں نے ان کے ذہن ودماغ کو شدت سے متاثر کیا تھا۔

ڈاکٹر شریف حسین قاسمی لکھتے ہیں :

"فروغ فرخ زاد جدید ایران کی بہترین شاعرنہ سہی لیکن وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ معاصر شعرا میں، سب سے زیادہ صمیمی اور پر خلوص شاعر ہیں۔ ان کی تمام تر شاعری عوام کے لیے اور عوام ہی سے متعلق ہے۔ ان کے کلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انسان اورانسانیت ایسے دو موضوع ہیں جو مختلف انداز سے ان کے کلام پر حاوی ہیں۔ انسان سے ان کی محبت اور انسانیت سوز روایات پر تنقید کرنے اور انہیں صراحت سے بیان کرنے پر آمادہ ہیں"

جدید فارسی شاعری کا ترجمہ کرتے ہوئے ن۔م۔راشد لکھتے ہیں

فروغ فرخ زاد کے موضوعات عشق، حسن اور موت ہیں۔ یہ سب مضامین عورت کے چہرے کے گرد گھومتے ہیں جو خود اس کا اپنا چہرہ ہے۔ خانلری کے قول کے مطابق: حسن اس چہرے کی صفت، عشق اس کا خمیر اور موت اس کی تقدیر ہے۔ اس جوان مرگ شاعرہ کی شاعری کے بارے میں اس کی اپنی رائے یہ تھی۔

" میرے خیال میں ہر فن کا مقصد ایک طرح سے زندگی کو بیان کرنا ہے اوراس کو نئے سرے سے تعبیر کرنا"۔ اس نئی تعبیر کے لیے فروغ نے عورت کو منتخب کیا۔ وہ اپنی شاعری میں عورت کے دل کے وہ اسرار بیان کرتی ہے جو خود عورت کی زبان پر کم آتے ہیں اور مرد جنھیں اکثر صرف نظر کر دیتے ہیں۔ اس کی عاشقانہ "مثنویوں" سے رومی کی سانسوں کی خوشبو آتی ہے۔ یعنی ہر چند اس کا عشق نہایت عارضی عشق ہے لیکن اس

میں رومی کے عرفانی عشق کا سا ہیجان اور التہاب پایا جاتا ہے۔ رومی ہی کی طرح اس کی کوشش یہ ہے کہ زندگی کو غم اور غصے سے پاک کر کے اسے نیا شکوہ و جلال بخشا جائے۔ وہ اپنے "گناہوں" کا ذکر نہایت جسارت اور معصومیت کے ساتھ کرتی ہے لیکن اس کا نصب العین ایک حد تک اختر شیرانی ہی کے مانند ایک پاکیزہ زندگی کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے" (۲)

فکر فروغ کی زندگی ہی میں ان کی شاعری کے چار مجموعے شائع ہو گئے تھے۔ اسیرہ، دیوار، عصیاں اور تولدی دیگر۔

ان کا پہلا مجموعہ اسیر ہے۔ جو ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا تھا، اس وقت فروغ کی عمر صرف سترہ برس تھی، ان کے اس مجموعے ۴۲ نظمیں شامل ہیں، اپنے اس مجموعے میں فروغ نے اپنی کچی عمر کے تجربات کا اظہار بڑی بے باکی اور آزاد خیالی سے کیا ہے۔

عشق و محبت، جنس، رومان، عورتوں کے جذبات و احساسات، عورت کی محرومیاں اور عشق کے تلخ تجربات اس پہلے مجموعے کے اہم موضوعات ہیں۔

'دیوار' فروغ کا دوسرا مجموعہ کلام ہے جو ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعے میں فروغ نے بنیادی طور پر عورت کو ہی اپنی نظم نگاری کا موضوع بنایا ہے جنس اور عورت کے جذبات اس مجموعے کے مرکزی موضوعات ہیں۔ 'دیوار' میں فروغ سماج سے بے زار آتی ہے اور خود کو شدید گھٹن میں محسوس کرتی ہوئی نظر آتی ہے، مجموعی طور پر 'دیوار' میں ہمیں ایک ایسی عورت دکھتی ہے جو سماج کی تمام پابندیوں اور روایات کو توڑ کر آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ اس مجموعے کے شائع ہوتے ہی فروغ کی مخالفت میں ایک طوفان برپا ہو گیا۔ فروغ فرخ زاد کا تیسرا مجموعہ 'عصیاں' ہے جو کہ ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا ہے، یہ ایک مختصر مجموعہ ہے جس میں صرف سترہ نظمیں شامل ہیں۔ فروغ نے اپنے مجموعے میں عشق، سماج سے بغاوت، عورت کے تشخص کی تلاش، خود انسان اور گناہ کو موضوع بنایا ہے، وہ خدا سے بھی شاکی ہے کہ اس نے تقدیر کا فیصلہ اپنے ہاتھ میں رکھ کر انسان پر بڑا ظلم کیا ہے، ان کو شیطان پر بھی ترس آتا ہے کہ وہ اگر شیطان ہے تو اس میں اس کا اپنا تو کوئی دوش نہیں ہے۔ فروغ فرخ زاد کا چوتھا مجموعہ 'تولدی دیگر' ہے اس مجموعے سے فروغ کی شاعری کے دوسرے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ مجموعہ ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا جب فروغ کی عمر ۲۹ برس تھی، اپنے اس مجموعے میں فروغ نے جنس، عشق، تنہائی و زندگی کی بے معنویت، ذات کی پہچان اور مرد کی سماج میں پہچان کو موضوع بنایا ہے۔

افسانوی طرز اظہار، ڈرامائی انداز بیان اور خود کلامی وغیرہ اس مجموعہ کلام کی بنیادی خصوصیات ہیں۔
بلاشبہ فروغ کے یہ چاروں مجموعے ادب میں بہت گراں قدر اضافہ ہیں۔

۱۹۵۸ ءمیں فروغ یورپ چلی گئی اور وہاں سے واپسی پر اس کی ملاقات تہران میں ابراہیم گلشن سے ہو جاتی ہے پیشہ کے اعتبار سے گلشن ایک سینما فوٹو گرافر تھا اور نظریاتی اعتبار سے مادر پدر آزادی کا داعی، گلشن نے فروغ کو اس بات کے لیے ابھارا کہ وہ اپنے جذبات و احساسات کا اظہار تمام تر اخلاقی پردہ داریوں سے بے نیاز ہو کر کرے۔ یہ شخص اس شاعرہ کا ایک لحاظ سے فکری مربی بن گیا فروغ نے بھی اس کے نظریہ پر بھرپور عمل کر کے اپنے دو شعری مجموعے (زندان اور دیوار) منظر عام پر لائے۔ اس کے بعد فروغ نے تمام اخلاقی، سماجی، مذہبی اصولوں کو خاطر میں نہ لایا اور اپنی تخلیقی صلاحیت کو شاعرانہ آوارہ گردی کی نذر کر دیا۔ اور بالآخر ۱۹۶۷ ءمیں ایک سڑک حادثہ میں اس باصلاحیت شاعرہ کی زندگی کا المناک خاتمہ ہوا۔

باوجود اس کے کہ فروغ ملکی سطح پر ایران کے اس وقت کے غیر اخلاقی ماحول اور عالمی سطح پر یورپ کے غیر انسانی تہذیب کا شکار ہو گئی اس کے فکر و فن کو ان واحد میں رد نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ادبی دنیا پر فروغ کی شاعری کے اثرات واضح ہیں جن سے صرف نظر کرنا ایک معتدل تنقیدی روش کے منافی ہے۔ فروغ نے عشقیہ شاعری میں ایک نیا لب و لہجہ اختیار کیا۔ فروغ فرخ زاد کے ابتدائی خیالات سے مختلف مذہبی، ثقافتی، معاشرتی اور ادبی حلقوں میں سنسنی پھیل گئی فروغ نے اظہار خیال کے لئے بے ساختہ لہجہ اپنایا۔ اس نے کبھی بھی اپنا تصور پیش کرتے ہوئے جھجک محسوس نہ کی۔

فروغ کے اس سرکش طرز نگارش کے پیچھے احساس محرومی کا بھی عمل دخل ہے کیونکہ اس حساس طبیعت خاتون کو اجتماعی اور سماجی سطح پر نسوانی کردار کے تئیں کوئی خاص وقعت دکھائی نہیں دی۔ اس پر مستزاد یہ کہ ذاتی زندگی کے تلخ تجربوں نے بھی ان کے کلام میں تلخی اور تندی کا عنصر شامل کر دیا۔ جس دور میں فروغ کے شعور نے آنکھیں کھولی ایرانی عورت روز بروز مردوں کے ہاتھوں کا کھلونا بنتی جا رہی تھی۔ تاناشاہی دور میں مغربی تمدن و تہذیب کے اثرات بہت حد تک ایرانی معاشرے میں سرائیت کر چکے تھے جسکی وجہ سے عیش پرست اور بدکردار مردوں نے ہوس پرستی کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ فروغ کی طائرانہ نگاہ نے مردوں کی ہوس پرستی اور صنف نازک کی پاک و طاہر الفت طلبی کا یوں موازنہ کیا۔

"میں اس پاکیزگی عشق کی طالب ہوں تاکہ اپنا وجود اس پر نچھاور کر دوں لیکن وہ میرے جلتے بدن کا خواستگار ہے تاکہ وہ اپنے باطن کو سلگا دے"

یہی وجہ ہے کہ اس صورت حال پر فروغ برہم ہوئی تو اپنی برہمی کا اظہار شاعری کے توسط سے برملا کیا۔ اپنے ذاتی تجربے اور جزوی مشاہدے کو بنیاد بنا کر اجتماعی اور کلی نظریہ قائم کرنا شوریدہ طبیعت انسان کا شیوہ رہا ہے۔ فروغ نے بھی اپنی ذات کے ساتھ ہوئی زیادتی کو اجتماعی رنگ دیا اور جزو کو کل پیش کر کے اس روش کو فروغ دیا۔ وہ کچھ مردوں کی خود پسندی، مطلب پرستی اور جسم طلبی کو بنیاد بنا کر عورت کو کلی طور پر مرد ذات سے متنفر کرنا چاہتی ہے۔

فروغ کا تعلیمی سفر خاصا مختصر تھا نویں درجے تک پہنچنے کے فوراً بعد ہی اس نے مروجہ تعلیم سے ہاتھ کھینچ لیا اس طرح وہ حیات و کائنات کے متعلق اہم نظریات کے مطالعے سے محروم ہو گئی جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے یہاں فکری مطالعے کے بجائے سماجی مشاہدہ ہی شاعری کے واسطے خام مواد فراہم کرنے کا بنیادی ماخذ قرار پایا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ابتدائی شاعری میں فکری پختگی کا دیوالیہ پن صاف نظر آتا ہے۔ اس فکری دیوالیہ پن نے عدل الٰہی کو مورد تنقید ٹھرانے والے لا مذہب فلاسفہ سے افکار مستعار کو ہی غنیمت جانا۔ ان ہی افکار میں چند کا انتخاب کر کے اپنی شاعری میں جگہ دی۔ جن میں خصوصی طور "انسان کی مطلق آزادی" اور "آفرینش ابلیس کی غرض و غایت" کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے شعوری یا غیر شعوری طور پر فروغ مغرب کے مشہور ماہر نفسیات اور فلسفی سگمنڈ فرائیڈ کے نظریہ "جنسی آزادی" سے بھی متاثر ہے اس قسم کے منفی افکار فروغ کو یہاں تک گستاخ بنا دیتے ہیں کہ وہ نظام خداوندی کو بھی ہدف تنقید بنانے میں کسی بھی قوم کی کوئی عار محسوس نہیں کرتی ہے۔

ابتدائی دور میں شاعر اپنے سیاسی، سماجی، معاشرتی اور معاشی حالات سے بہت حد تک متاثر ہوا کرتا ہے اس کی فکر سماجی افکار پر غلبہ حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ اولین دور میں شاعر اثر انداز ہونے کے بجائے اثر پذیر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ فروغ فرخ زاد کو بھی اپنے شعری سفر کے دوران اس مرحلے سے گزرنا پڑا اور یوں اپنے ماحول و حالات سے اثر پذیری کا عمل اس کے روح و قلب میں جنسی جذبات کو مہمیز دے گیا۔ فروغ کی شاعری کے ابتدائی حالات بہت حد تک مغربی تہذیب و تمدن کے زیر اثر تھے۔ خصوصاً مغرب سے درآمد شدہ جنسی برانگیختگی کا ساز و سامان ایران میں اس وقت بڑے پیمانے پر مہیا تھا۔ حقوق نسواں اور آزادی نسواں کے شعلہ زن نعرے جو مغرب کی سرزمین پر گونج رہے تھے ان شعلوں کی آگ سے مشرق کی حساس طبیعت خواتین کے جذبات میں ابال آ گیا۔ فروغ فرخ زاد کے جذبات کی سرشاری کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے مغربی عورتوں کی آزادانہ معاشرتی کردار کو زیر مطالعہ رکھا۔

فروغ نے اپنی باغی طنت کے زیر اثر شعری کے سفر کا آغاز "منزل لا" سے کیا یعنی وہ تمام ٹھونسے ہوئے افکار سے گریزاں ہوئی اور بغیر کسی سماجی خوف کے اپنی راہ آپ ہی متعین کر گئی یہی وجہ ہے کہ اس کا اسلوب نگارش کسی قسم کی رعایت سے ماوراد کھائی دیتا ہے فروغ کے شعری مجموعے، اسیر، عصیان اور دیوار میں افکار کی روش نمایاں ہے جس کے تحت وہ ایک الگ جہاں آباد کرنے کے درپے نظر آتی ہے یہاں تک کہ نظام خداوندی پر بھی تنقیدی نگاہ ڈال دیتی ہے۔

جدید فارسی شاعری میں ن۔م۔راشد لکھتے ہیں:

"اپنے پہلے تین مجموعوں میں فروغ اس انسان کی تلاش میں ہے جس نے ابھی تک قالب اختیار نہیں کیا۔"اسیر" میں خاص طور پر عورت کا آہ ونالہ سنائی دیتا ہے۔ آزادی کے لیے اس کے پکار سنائی دیتی ہے۔ایک ایسی عورت کی پکار جو گھر کے دھندوں میں گھری ہو اور ان مجبوریوں سے گھبرا کر بھاگ اٹھے۔"دیوار" اور "عصیان" میں فروغ، خیام کی طرح دنیا کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتی ہے، لیکن ان دونوں مجموعوں میں وہ صاف طور پر اپنے معاشرے سے بالاتر نظر آتی ہے۔ ایک ایسی ہستی جو فکر نہیں، احساس کی بلندیوں سے دنیا کو دیکھ رہی ہو۔ان مجموعوں میں تمام مروجہ عقائد کے خلاف تند وتیز آواز سنائی دیتی ہے۔ بلکہ خود آفرینش کے خلاف احتجاج بھی۔"تولدی دیگر" کی نظمیں البتہ زیادہ پختگی کی حامل ہیں۔ان میں کہیں زیادہ عمل ہے۔ان میں شاعرہ نے جس درد کا اظہار کیا ہے وہ پوری انسانیت کا درد ہے۔ کہیں کہیں بناوٹ اور تصنع کا احساس ضرور ہوتا ہے۔ تاہم ان نظموں کی اہمیت کا راز یہ ہے کہ یہی فروغ کی تمام شاعری میں انسانیت کے لیے اسکاروزن ہیں اور انھیں میں اس کے عشق نے نیا عرفان پایا ہے۔"(۳)

فروغ کی مختصر سی زندگی جو آج ہمیں شاید غیر معمولی معلوم نہ ہو پچاس اور ساٹھ کے عشرے میں ایرانی رسم ورواج طوفانی بغاوت سے عبارت ہے فروغ کی گھریلو زندگی، پیشہ وارانہ مصروفیات اور شاعری سب سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک آزاد اور ثابت قدم عورت تھی۔ جس نے معاشرے کے طے کردہ ممنوعہ راستوں پر چلنے کے بجائے اپنا راستہ حیرت انگیز ذہنی آزادی کے ساتھ منتخب کیا۔

فروغ کی وفات کے بعد بینا اسدی نے اس کے گھر والوں سے ایک طویل انٹرویو لیا جس میں اس کے والد، والدہ، بہن پوران فرخ زاد، بھائی فریدون فرخ زاد سب شامل تھے۔ فروغ کب خاموش ہوئی تھی؟ کب غمگین ہوتی تھی، اس کا تکیہ کلام کیا تھا؟ لوگوں کے ساتھ اس کا میل ملاپ کیسا تھا اور ہر وہ بات جو فروغ کی زندگی سے منسلک تھی اس انٹرویو کے ذریعے فروغ کی شاعری اور شخصیت کو سمجھنے میں بہت معاون ثابت ہوئی۔

اس کو تفصیل سے پڑھنے پر یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے۔ کہ اس کے گھر والے اس کو ابھی بھی مری ہوئی نہیں سمجھتے تھے بلکہ فروغ ان کے خیالات اور جذبات میں ابھی بھی زندہ تھی۔

فروغ کے باپ کرنل فرخ زاد نے اپنی یادیں تازہ کرتے ہوئے کہا:

"فروغ کی زندگی کے دو مراحل ہیں جب اس نے شعر لکھنا شروع کیا تو میں نے اس کی حوصلہ افزائی کی لیکن جب شاعری نے اس کی زندگی کو متنازعہ بنا دیا اور زندگی اس کے لیے سخت ہونے لگی تو مجھے برا لگنے لگا تھا کیونکہ میں سوچتا تھا کہ جس راستے کا انتخاب اس نے کیا ہے وہ اس کی عائلی زندگی کو متاثر کرنے کا باعث بن سکتا ہے اور میں اس بات پر کبھی مائل نہیں تھا کہ وہ اپنے شوہر سے جدائی اختیار کرے۔ لیکن وہ اپنے فیصلے پر اس قدر راسخ تھی کہ اس نے بالآخر جدائی اختیار کرلی۔ اگرچہ ظاہری طور پر میں ناراض تھا لیکن اندر ہی اندر میں اس کی تعریف کر رہا تھا"(۴)

فروغ اپنے فن کے لحاظ سے مہدی اخوان کی طرح فروغ نے بھی باقاعدہ نظمیں کہی ہیں لیکن اسے اخوان کی سی قدرت لسانی حاصل نہیں ہو سکی۔ دوسری طرف جہاں اس نے آزاد نظم لکھی ہے اس میں احمد شاملو کی سی وسعت فکر اور لغت کا تنوع پیدا نہیں ہو سکا۔ ان دونوں شاعروں کی ذہنی توانائی سے بھی فروغ ایک حد محروم رہی ہے۔ انسانی تہذیب کے ماضی سے اس کی ناواقفیت اور جدید انسانی مسائل سے اس کی بے پروائی کی وجہ سے اس کی شاعری کا بیشتر حصہ خود مستی کے مترادف بن کر رہ گیا ہے۔

فروغ اپنے معاشرے کو ایک انسان کی نظر سے دیکھتی ہے وہ اپنے معاشرے کا تجزیہ کرتی ہے اور پھر بے باک تنقید کرنا شروع کر دیتی ہے۔

دوسرا جنم:

"میری تمام ہستی تاریکی کی تمثیل ہے
جو تجھے اپنے اندر دہراتی ہوئی۔

ابدی شادابیوں اور تاریکیوں کی صبحوں کی طرف لے جائے گی اس تمثیل کے اندر میں تیرے لیے آہیں بھرتی رہی، آہ!

میں اس تمثیل کے اندر تجھے
درختوں اور پانیوں اور آگ کے ساتھ پیوند کر دیا
زندگی شاید

ایک لمبی سڑک ہے جس پر ہر روز کوئی عورت ٹوکری اٹھائے گزر جاتی ہے

زندگی شاید

ایک رسی ہے جس کے ساتھ کوئی شخص ٹہنی کے ساتھ لٹک جاتا ہے۔

زندگی، شاید کوئی بچہ ہے جو مدرسے گھر لوٹ آیا ہو۔

زندگی ، شاید جو ہم آغوشوں کے درمیان سست فاصلوں کے اندر سگریٹ سلگانا یا کسی راہرو کا گھبرائے ہوئے سڑک پار کرنا۔

راہرو جو اپنی ٹوپی اٹھا کر، بے معنی مسکراہٹ کے ساتھ

کسی دوسرے راہرو سے کہہ اٹھتا ہے "صبح بخیر"

زندگی، شاید وہ بند لمحہ ہے

جس میں میری نگاہیں تیری آنکھوں کی پتلیوں کے اندر

خود کو برباد کر رہی ہیں

اور اس کے اندر ایک احساس ہے

جسے میں چاند کے ادراک اور ظلمت کے شعور کے ساتھ

ملادوں گی

ایک کمرے کے اندر، جو ایک تنہائی کے برابر ہے

میرا دل،

جو ایک عشق کے برابر ہے

اپنی خوش بختی کے سادہ بہانے ڈھونڈتا ہے

گلدان میں پھولوں کے خوبصورت زوال میں،

اس پودے میں جو تو نے ہمارے گھر کے باغیچے میں

لگایا تھا

ان پرندوں کی آواز میں

جو ایک دریچہ بھر گیت گا رہے ہیں

میں اپنے ہاتھوں کو باغیچے میں بو دوں گی

میں ہری ہو جاؤ نگی، جانتی ہوں، جانتی ہوں، جانتی ہوں!
اور ابابیلیں میری رنگیں انگلیوں کے گڑھوں میں
بیج ڈال جائیں گی
دو سرخ سرخ چیریوں کے جوڑے سے
بالیاں بنا کر میں اپنے دو کانوں میں ڈال لوں گی
اور اپنے ناخنوں پر گل کوکب کی پتیاں چپکا لوں گی
اب بھی وہ گلی موجود ہے، جس میں اب بھی
وہ نوجوان جو مجھ پر عاشق ہوا کرتے تھے
انھی بکھرے بالوں، نازک گردنوں اور پتلی ٹانگوں کے
ساتھ اس ننھی لڑکی کی معصوم مسکراہٹیں یاد کرتے ہیں
جسے ایک رات ہوا اڑا کر لے گئی
اب بھی وہ گلی موجود ہے جسے میرا دل
میرے بچپن کے محلوں سے چرالایا تھا۔
یونہی ہوتا ہے
کہ کوئی مر جاتا ہے
کوئی شکاری اس پایاب ندی سے جو کسی گڑھے میں
غائب ہو جاتی ہے، مروارید شکار نہیں کر سکے گا
میں ایک ننھی غم زدہ پری کو جانتی ہوں
جس کا گھر کسی بڑے سمندر میں ہے
اور اپنے دل کو کسی بانسری پر گاتی رہتی ہے۔
آہستہ آہستہ
وہ ننھی غم زدہ پری
جو رات کو ایک ہی بوسے سے مر جائے گی
اور صبح ہوتے ہی ایک بوسے سے جی اٹھے گی"۔(۵)

فروغ ایک مردانہ معاشرے میں پرورش پاتی ہے۔ اس نے ایک ایسے ملک و معاشرے میں آواز لگائی ہے جہاں عورتوں کی سوچ اور آگاہی کی صلاحیت ایک طویل عرصے تک مردوں کی سوچ کے زیر سایہ رہی ہے۔ فروغ سے پہلے ایرانی خواتین بذات خود اپنے حقیقی چہرے کو ظاہر کرنے میں کامیاب رہیں نہ کوئی دوسرا شخص معاشرتی روایات کے باعث ان کے مختلف پہلوؤں کی تصویر کشی کر سکا ہے۔ قدیم دور کے اشعار عورتوں کے احساسات اور ان کی نسوانیت کی نمائندگی نہیں کر سکتے تھے۔۔ قدیم دور کے اشعار میں عورت مکمل طور پر مردانہ تاویلات سے ہم آہنگ نظر آتی ہیں۔ اس دور میں کوئی خاتون شاعرہ اپنی زنانہ تصویر یا صورت کو ان اشعار میں دیکھ سکتی ہیں نہ غزلوں میں مکمل طور پر مردوں کے بارے میں اپنی سوچ کو بیان کر سکتی ہیں۔

فروغ پہلووی دور کی شاعرہ تھی اور اس نے عورتوں کے احساسات اور مردوں کے بارے میں ان کی سوچ کے بارے میں بات کی۔ ایرانی خواتین کی حالت زار کو سمجھنے اور پرکھنے کے بعد فروغ "وہم سبز" جیسی نظم لکھتی ہیں۔

سبز وہم :

"میں تمام دن آئینے کے اندر روتی رہی
بہار نے میرے دریچے کو
درختوں کے سبز وہم کے ہاتھوں سونپ دیا تھا
میرا بدن میری تنہائی کے خول کے اندر نہیں سما سکتا تھا
اور میرے کاغذی تاج کی بُو نے
اس دھوپ سے محروم سرزمین کی فضا کو آلودہ کر دیا تھا
میں بے بس تھی، اب میں بے بس تھی
گلی کی آوازیں، پرندوں کی چہکار
اون کی گیندوں کے گم ہو جانے کا شوروغل
اور بچوں کی بھاگتی ہوئی چیخ و پکار
اور غباروں کا ناچ
غبارے جو صابن کی جھاگ سے بنے ہوئے بلبلوں کی مانند
دھاگے کی کونپلوں کے آخری سرے سے اوپر چڑھ رہے تھے

اور ہوا۔ ہوا، یوں کہو
ہم آغوشی کے تاریک لمحوں کی گہرائی میں ہانپ رہی تھی
میرے اعتماد کے سنسان قلعے کی دیواروں کو کوئی دبا رہا تھا
اور پرانے مشگافوں میں سے میرے دل کو نام لے لے کر
پکارا جارہا تھا۔
تمام دن میری نگاہیں
اپنی زندگی کی آنکھوں پر جمی رہی تھیں
ان دوبے قرار ڈری ہوئی آنکھوں پر
جو میری ٹھہری ہوئی نظروں سے
چھوٹوں کے مانند کتراتی
اور پلکوں کے محفوظ کونوں میں پناہ ڈھونڈتی تھیں
کیسی چوٹی، کسی بلندی؟
کیا یہ سبھی پر پیچ راہیں
اس ایک ٹھنڈے، سب کو چوس لینے والے منہ کے اندر
ایک ہی سنگھم پر
جا کر مل جاتیں؟ ختم ہو جاتیں؟
میں نے آخر تم سے کیا پایا، اے سادہ دلوں کو فریب دینے والے لفظو!
اے بدنوں کی ریاضتوں، اور اے دل کی خواہشو؟
اگر میں اپنے بالوں میں کوئی پھول ٹانک لیتی
تو کیا وہ اس جعل سے اس کاغذی تاج سے
جو میرے سر پر پڑا اپڑا سڑ گیا ہے، زیادہ دلفریب نہ ہوتا؟
کیسے بیابان کی روح نے مجھے اچک لیا
اور چاند کی کشش نے مجھے ریوڑ کے ایمان سے الگ کر دیا
کیسے میرے دل کا ادھورا پن بڑھتا چلا گیا

اور کسی آدھے نے اس آدھے کو پورا نہ کیا
کیسے میں کھڑی دیکھتی رہ گئی
کہ زمین میرے دو پاؤں کے نیچے اپنے سہاروں سے محروم ہوتی جا رہی ہے
اور میرے ساتھی کے جسم کی گرمی
میرے جسم کے بے معنی انتظار تک چل کر نہیں پہنچتی۔
کیسی چوٹی، کسی بلندی؟
مجھے پناہ دو، اے دھندلے چراغو!
اے دبدھے میں پڑے ہوئے اجلے گھرو!
جن کی دھوپ میں چمکتی ہوئی چھتوں پر
دھلے ہوئے کپڑے خوشبودار دھوؤں کی گود میں لہرا رہے ہیں
مجھے پناہ دو، اے سادہ اور مکمل عورتو!
جن کی نازک انگلیوں کے سرے جلد کے اوپر سے
اپنے نازائیدہ بچوں کی مست کر دینے والی جنبش کو
ٹٹولتے رہے ہیں
اور جن کے گریبانوں کے چاک میں ہوا
ہمیشہ تازہ دودھ کی خوشبو سے ملی ہوتی ہے
کیسی چوٹی، کیسی بلندی؟
مجھے پناہ دو، اے آگ سے بھرے ہوئے چولھو!
کہ تم خوش بختی کے لعل ہو
مجھے پناہ دو، اے باورچی خانوں کے دھوئیں سے کجلائے ہوئے تانبے کے برتنو!
اے سلائی کی مشینوں کے دلگیر نغمو! اور اے قالینوں اور جھاڑوؤں کی دن رات کی لڑائیو!
مجھے پناہ دو، اے تمام جوشیلی چاہتو!
کہ بقا کی دردناک خواہش جن کے بستر زفاف کو
جادو کے پانی

اور تازہ خون کے قطروں سے آراستہ کرتی رہتی ہے

تمام دن، تمام دن

پانی کے اوپر بہتی ہوئی تنہا تنہا لاش کی مانند

میں کسی خوفناک ترین چٹان کی طرف بہتی رہی

سمندر کے تمام گہرے غاروں کی طرف

اور سفاک ترین مچھلیوں کی طرف بہتی رہی

اور میری کمر کے نازک مسہروں کے اندر

موت کے خیال سے ٹیسیں اٹھتی رہیں

میں بے بس تھی

اب میں بے بس تھی

میرے پاؤں کی چاپ راستے کے اانکار سے بلند ہو رہی تھی

اور میری نومیدی میری جان کے حوصلے سے کہیں بڑھ گئی تھی

اور وہ بہار، وہ سبز رنگ وہم

جو میرے دریچے کے سامنے سے گزرا کرتا تھا

میرے دل سے کہہ رہا تھا "دیکھ"

تو ذرہ بھر آگے نہیں بڑھ سکی

بلکہ نیچے ہی نیچے اترتی چلی گئی ہے" (٦)

فروغ فرخ زاد اور ان کی شاعری (نفسیاتی و جنسی مسائل کے تناظر میں)

غمگین فروغ، ہشاش بشاش فروغ، شاعرہ فروغ، تنہا فروغ، فروغ فرخ زاد پر آج ادبیات نوحہ کناں ہیں۔ اس کی زندگی میں ابھرنے والے متنازعہ حوالات آج بھی زیر بحث ہیں۔ اس کی موت کے بعد کافی عرصہ تک ان موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی ہے اور یہی موضوعات ان کی ذاتی زندگی، اس کی شاعری اور زندگی کے دیگر پہلوؤں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں لیکن اصلی فروغ کو بہت کم لوگوں نے پہچانا ہے۔

پچھلی صدی کے وسط میں فروغ فرخ زاد جولانگاہ ادب میں ایک شعلہ جوالا کی مانند بلند ہوئی اور عین عالم جوانی میں جب کہ اس کی تمام صلاحیتیں منتہائے عروج پر تھیں کار کے ایک حادثے میں اچانک ختم ہو گئی

اس نے مختصر عرصے میں اپنے شعری جوہر سے ایران کے ادبی سفر نامے کو خیرہ کر دیا۔ یہ بات درست ہے شاعری میں ان کی تاثرپذیری پر کافی زیادہ نکتہ چینی ہوئی اور بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے ترازو میں ان کی شاعری کو تولنے کی کوشش کی مگر سولہ سترہ سل کی عمر میں ہی اس نے اپنے وجود کو دریافت کیا اور اپنے کلام میں دنیا سے زندگی کی نسائی تفہیم کی جو شعر ادب میں مردوں کی اجارہ داری کے تناظر میں حیرت انگیز تھا۔

فروغ کے کلام کے بے شمار محاسن ہیں اور اس کی ہر نظم میں ایک انوکھی خوبی اور جدت موجود ہے اس کے لیے شاعری کوئی نقل نہیں تھی بلکہ اس کے روح اور قلب کی حقیقت تھی وہ ایک ذہین اور گہرے مشاہدے کی حامل شاعرہ تھی۔ اس لیے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے کلام میں فکری ارتکا کا سفر نظر آتا ہے۔

آخری ہزار سالہ فارسی شاعری میں کہیں بھی عورت کو محبوبیت کا مقام حاصل نہیں ہوا۔ کہیں بھی یہ اہتمام روا نہیں رکھا گیا کہ عورت کی محبوب کی حیثیت سے بھی تشخص ہو سکے۔ یہاں تک کہ حافظ جیسے غزل گو کا محبوب شخص نہیں۔ فارسی میں محبوب ہر کہیں مرد ہے۔ یہی نہیں بلکہ خود عورت کو بھی اپنی شخصیت کے اظہار کا موقع بہت کم ملا ہے۔ فارسی شاعری کی تاریخ میں خواہش کی تعداد بھی زیدہ نہیں ہیں رابعہ بنت کعب، مہستی، قراۃ العین، طاہرہ اور پروین اعتصامی ان میں سے صرف پروین اعتصامی کبھی کبھی عورت محسوس ہوتی ہے ورنہ عام طور پر ان شاعرات کی شاعری کے رابطے بالکل مردانہ ہیں وہی رابطے جو پہلے سے معاشرت پر مسلط۔ ان میں سے کوئی شاعرہ بھی معاشرتی روابط میں مردانہ تسلط کو رد نہیں کر سکی۔ تقلید کی روش سے آزاد نہ ہونے کے باعث ان کی شاعری میں نسوانی فطرت اظہار نہیں پا سکی۔ انہوں نے اجتماعی روابط کو مرد کی روایتی آنکھ سے دیکھا ہے۔

انور مسعود کہتے ہیں:

"فروغ فرخ زاد نے بڑے پر ہیجان انداز میں طوق تقلید کو گردن سے اتار کر پھینکا ہے۔ وہ عورت ہے اور اسے عورت ہونے پر فخر ہے۔ اور اس کے ہاں نسوانی آواز صاف سنائی دیتی ہے۔ اس اعتبار سے وہ بانو ان ایران کی تاریخ ادبیات میں ایک نئے مکتب کی موسس قرار پاتی ہے۔ اس کی شاعری کی کونپل کسی اور شاخ سخن سے نہیں پھوٹی۔ اس نے اپنی شاخ پر اپنا پھول خود کھلوایا ہے" (۷)

"اسیر" اس کا پہلا مجموعہ ہے جو اس وقت منظر عام پر آیا جب اس کی عمر ۱۷ برس تھی۔ نظموں کا یہ مجموعہ اس کی کچی عمر کے جذبات اور تجربات کے بے باک اظہار پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے میں یوں لگتا ہے

جیسے وہ اپنے وجود کو دریافت کر رہی ہے شب و ہوس، ہر جائی، خاطرات اور اسیر نظموں کے عنوانات ہیں ان نظموں میں نسوانی حسرت کی عملی صورتوں کو تدریجی مطالعہ نہایت بے حجاب انداز میں کیا گیا ہے۔

اپنی ابتدائی شاعری میں وہ ایک باغی عورت کے طور پر سامنے آئی ہے۔ ایک ایسی عورت جس کے اندر ایک ایسی بے نظیر جسارت دکھائی دیتی ہے۔ جو بر ملا عورتوں کے حوالے سے متعلق سماجی اقدار کو ٹھکرا دیتی ہے اور آزادی رائے کے لیے پوری عمر لڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ وہ اس لڑائی میں زندگی کی ہر چیز کو داؤ پر لگا دیتی ہے۔ اسے باپ کے گھر سے بے دخل کر دیا جاتا ہے لیکن پھر بھی وہ متعدد خطرات مول لیتی ہے۔

فروغ کی زندگی کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسی عورت تھی جس کی زندگی کی بنیاد ہی اس کی نسوانیت پر رکھی گئی تھی اس کی صرف یہ غلطی نہیں تھی کہ اس نے پورے معاشرے کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا بلکہ اس نے ایسی پر خطر کوشش کی جس میں وہ صرف اپنے آپ کو ایک عورت کے طور پر پالینا چاہتی تھی وہ صرف عورت تھی، وہ عورت جو ایرانی معاشرے میں کبھی بھی اپنا موزوں مقام نہیں پا سکی۔ وہ عورتوں کی ترجمانی کے طور پر اس پابندی کے خلاف فریاد کرتی ہے بغاوت کرتی ہے۔ اور روایتوں کی ہر بنیاد کو گرا دیتی ہے اور اس طرح جدید ترین اور ماڈرن ترین ابتدائی شاعرہ کا لقب اپنے نام کر لیتی ہے۔

فروغ کی شاعری کی بقا کا راز دو نکات میں مضمر ہے۔ ایک اخلاص اور دوسرا اس کی شفاف زبان، اپنی پوری شاعری میں فروغ صرف فروغ ہی رہتی ہے۔ نہ تو نقاب اوڑھنے کی قائل ہوتی ہے۔ اور نہ وہ دوسروں کے فاخرانہ لباس زیب تن کرنے کی عادی۔ نہ مصلحت سے کام لیتی ہے اور نہ ایک کمزور اور ڈرپوک عورت کی طرح پردے سے چھپ کر گفتگو کرتی ہے۔

فروغ، شاعری اور زندگی ایک دوسرے کے لیے ناگزیر تھے۔ اس کی شاعری ایک نوجوان، البیلی اور نٹ کھٹ حسینہ کے دل کی محبت بھری آواز ہیں۔ کچے خواب دیکھنے کی اس عمر میں وہ اپنے احساسات اور جذبات کا بر ملا اظہار کرتی دکھائی دیتی ہے۔ یہ خواہشیں کبھی بر آئیں اور کبھی نامراد ہونے کی صورت میں بھی اس نے اپنی سسکیوں کو روکنے کی کوشش نہ کی۔ فروغ ایک ایسی بے مثال شاعرہ ہیں جو بے ساختگی، سادگی اور عشقیہ واردات کے بیان میں منفرد حیثیت کی حامل ہیں۔

تصویر کشی، تازہ مضامین اور تخلیق معانی میں اس کی شاعری کسی طور بڑے شعرا سے کم نہیں ہے وہ اپنے چاہنے والوں کے سامنے دو روپ لے کر آتی ہے پہلے روپ میں وہ ایک شوخ اور الہڑ بے باک حسینہ دکھائی دیتی ہے جو نسائیت کا حسین ترین روپ ہے پھر تولدی دیگر کے بعد گویا واقعی اس کا دوسرا جنم ہوتا ہے او

روہاں اس کے الفاظ کلمات میں پختگی دکھائی دیتی ہے۔ اس کے تمام مجموعہ ہائے شعر میں جو الفاظ نمایاں ہیں یا جن سے اس کے حساس اور سوز بھرے دل کا حال معلوم ہوتا ہے۔

فروغ رنگوں سے باتیں کرتی ہے، خیالوں اور خوابوں میں مست رہتی ہے اور عشق کی تراوت کو لحہ بہ لمحہ شاعری کا روپ دیتی دکھائی دیتی ہے گویا فروغ بیک وقت طلب و اطمینان اور حسرت و اضطراب کی تصویر ہے اس کی شاعری میں تشنگی اور سیر ابی کی کیفیت یکساں عروج پر ہے۔ تشنگی بھی ایسی گویا لذت دیدار سے سیر اب ہونے سے پہلے ہی ہجر کی صلیب پر چڑھا دیا گیا ہو۔ ہیجان انگیز ارمان دل میں لیے وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئی اور اس کا جینا تو تلخ تھا ہی مرنا بھی غم انگیز ثابت ہوا۔

حوالہ جات:

۱۔ شریف حسین قاسمی، ڈاکٹر، جدید فارسی شاعری (ایک مختصر تجزیہ) ناشر، انڈو پر شین سوسائٹی، شیخ چاند اسٹریٹ، لال کنواں دہلی، سن ندارد، ص ۵۴۱

۲۔ ن۔ م۔ راشد، جدید فارسی شاعری، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، لاہور، فروری ۱۹۸۷ئ، ص ۲۳ تا ۵۳

۳۔ ن۔ م راشد، جدید فارسی شاعری، ص ۳۷

۴۔ فروغ فرخ زاد / http://fa,mikipedia.org/wiki/

۵۔ ن۔ م راشد، جدید فارسی شاعری، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، لاہور، ص ۲۷۶۔ ۲۸۰

۶۔ ن۔ م راشد جدید فارسی شاعری، ص ۲۸۵۔ ۲۸۹

۷۔ انور مسعود، فارسی ادب کے چند گوشے، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۰۰ء، ص ۱۷